Pathway to Ilm

Islamic Lifestyle & Motivation

PATHWAY TO ILM

ماہانہ آرٹیکل

شعبان 1446 / فروری 2025 | شمارہ: 8

چاند دیکھنے کی سنت کو زندہ رکھنا

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اپنی عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے ہمارے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مشعل راہ ہے، اور یہی منشاء خداوندی بھی ہے اور یہی تعلیمات باری تعالیٰ بھی ہیں۔ چناچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْـَٔاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا

(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ (اسوہ) ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے ملاقات اور آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ (سورۃ الأحزاب: ٢١)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ؛ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (سنن ابی داؤد - حديث 28)

پس تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اس کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھامے رہنا، اور دین میں نئی باتوں (بدعتوں) سے اپنے آپ کو بچانا، اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اب چونکہ ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے اور ہم سب ایک بار پھر چاند سے متعلق طرح طرح کی باتوں میں الجھنے والے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم اس مقدس مہینے کا استقبال خوش اسلوبی، اتحاد و اتفاق سے کرتے، ہم الٹا اس کو بحث و مباحثہ میں، اختلافات میں اور طعن و تشنیع میں یہ قیمتی وقت گنوا دیتے ہیں۔ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ یہ تقوی حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ ان باتوں میں الجھ کر ہم رمضان المبارک کا اصلی مقصد بھول بیٹھے ہیں۔

انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آسٹریلیا میں مکین مسلمان رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں بہت زیادہ الجھاؤ کا شکار ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ ہے ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (یعنی عید مناؤ)۔ اس میں کسی اختلاف اور الجھن کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ یہ بات تو میری نظر میں مسلمانوں کے درمیان باعث اتفاق ہونی چاہیے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعَدَدَ

تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تم روزوں کی تعداد پوری کرو۔ (صحیح مسلم ۱۰۸۱ب)

ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ہے:

لاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلاَلَ وَلاَ تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلاَثِينَ

اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر تم پر ابر آلود ہو تو تیس کی تعداد پوری کر لو۔ (موطأ مالک، کتاب 18، حدیث 3)

چاند دیکھنے کی اہمیت پر کوئی تیس سے زائد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حقیقت میں، ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی کتاب "رؤیۃ الہلال و الحساب الفلکی" (چاند دیکھنا اور فلکیاتی حسابات) میں نبی ﷺ کی بتیس حدیثوں کا حوالہ دیا ہے۔ اوپر ذکر کی گئی دونوں احادیث چاند دیکھنے کی سنت پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں۔

شریعت میں بہت سے عبادات، احکام اور فرائض ایسے ہیں جن کا انحصار چاند دیکھنے پر ہوتا ہے۔ روزے کا آغاز اور اختتام، حج کے ایام، زکوٰۃ کی ادائیگی کا تعلق قمری سال کی تکمیل سے ہے، عورت کی عدت وغیرہ سب چاند کے حساب سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے دیگر اسلامی احکامات بھی چاند کی رؤیت پر منحصر ہیں۔

بد قسمتی سے کچھ مسلمان اپنی دینی سمجھ بوجھ اور عمل کو ذاتی تصورات اور غلط خیالات پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قیامت کے دن رب کے حضور ان کو حساب دینا پڑے گا۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے جو تمام انسانیت کے لیے یکساں اور بلا تفریق نازل کیا گیا ہے چاہے ان کا تعلق کسی بھی مقام، حیثیت، تعلیم یا سائنسی ترقی سے ہو۔ اسلام کے قوانین اور احکام دنیا بھر کے تمام مسلمانوں پر یکساں طور پر لاگو ہوتے ہیں۔ یہ ابدی بھی ہیں اور آفاقی بھی۔

روزے، عید، حج اور دیگر عبادات کے حقیقی مقصد پر غور کرنا ضروری ہے۔ کیا یہ صرف خوشی منانے کے مواقع ہیں، یا یہ عبادات ہیں؟ اگر ہم انہیں محض تقریبات سمجھیں، تو پھر کسی خاص ضابطے کی ضرورت نہیں اور ہم اپنی سہولت کے مطابق جب مرضی عید منائیں۔ اور ہاں! کیا ہم اس طرح ہر کام قرآن اور احادیث کی تعلیمات کو ترک کر کے بس اتحاد کے نام پر جب مرضی اپنی عبادات انجام دیتے رہیں گے؟ اگر ہم مانتے ہیں کہ یہ عبادات ہیں تو ہمیں شریعت کے اصولوں کی سختی سے پابندی کرنی ہوگی۔ ان معاملات میں ذاتی رائے یا منطق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ان عبادات کی انجام دہی میں جو شرعی شرائط مقرر کی گئی ہیں ان کی پیروی لازمی ہے۔

<u>چاند دیکھنے کے پیچھے کیا فلسفہ کارفرما ہے؟</u>

علامہ حافظ ابن حجرؒ چاند دیکھنے کے فلسفے کو نہایت خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ اگر آسمان ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آئے تو تیس دن مکمل کر لیے جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ماہرین فلکیات یا سائنسدانوں سے رجوع کیا جائے۔ یہ اصول سادگی اور مساوات پر مبنی ہے تاکہ ہر مسلمان بلا کسی پیچیدگی اور اختلاف کے نئے مہینے کا تعین کر سکے۔

برصغیر کے عظیم عالم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں یہی بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن مکمل کرنا شریعت کا اصول ہے، جو ہر قسم کے شک و شبہ کو ختم کر دیتا ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کے احکام پوری انسانیت کے لیے ہیں، کسی خاص طبقے، علاقے یا دور تک محدود نہیں۔ اگر چاند کے تعین کے لیے جدید سائنسی آلات پر انحصار کیا جائے، تو غریب اور پسماندہ طبقات محروم رہ جائیں گے، جو اسلام کی عالمگیریت اور مساوات کے خلاف ہے۔ شریعت نے چاند دیکھنے کا جو سادہ اور فطری طریقہ مقرر کیا ہے، وہ ہر مسلمان کے لیے یکساں طور پر قابل عمل ہے، چاہے وہ کسی بھی جگہ یا کسی بھی وسائل کا حامل ہو۔ یہی طریقہ اسلام کے آفاقی اور عادلانہ نظام کی حقیقی عکاسی کرتا ہے۔

مسلم اتحاد کا مغالطہ اور اس کی حقیقت

کچھ لوگوں کو یہ وہم ہے کہ چاند دیکھنا محض سنت ہے جبکہ مسلمانوں کا اتحاد فرض، اس لیے اگر وحدت قائم رکھنے کے لیے روزہ غلط دن شروع ہو جائے یا عید کسی روزے کے دن منائی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ بات بظاہر خوبصورت اور دل کو لبھانے والی لگتی ہے، مگر کیا واقعی اتحاد کے نام پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی واضح حکم کو ترک کیا جا سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو قرآن و حدیث میں اس کی کوئی دلیل ضرور موجود ہوتی۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے—شریعت ہمیں حکم دیتی ہے کہ عبادات کو اپنی خواہش یا وقتی مصلحت کے بجائے اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ادا کی جائے۔ قرآن کریم میں اللہ کا فرمان ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ کی رسی سے مراد قرآن و حدیث ہے۔ اس لئے اتحاد صرف وہی معتبر ہوگا جس میں قرآن و سنت کی تعلیمات پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا گیا ہو۔ حقیقی اتحاد وہ ہے جس میں اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سب یکساں طور پر بلا چوں و چرا قبول کریں اور اس میں کسی بھی قسم کی آسانی اور سہولت کی راہ کو زبردستی اور بتکلف تلاش نہ کیا جائے۔

جس آیت میں اختلاف اور تقسیم کی ممانعت آئی ہے وہ شریعت کے اصولوں کے اندر رہ کر آئی ہے، نہ کہ شریعت کو ترک کر کے۔ قرآن میں اللہ ﷻ نے فرمایا ہے کہ شریعت کو چھوڑنا جھگڑوں کا سبب بنتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اے اہل ایمان! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اولوالامر کی بھی (اطاعت کرو) پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں اختلاف رائے ہو جائے تو اسے لوٹا دو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم واقعتاً اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ بہتر بھی ہے اور نتائج کے اعتبار سے بھی بہت مفید ہے۔ (سورۃ النساء: ۵۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اتحاد شریعت کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ اسے ترک کرنے سے۔

شریعت کو نظرانداز کر کے قائم کیا جانے والا اتحاد ایک خطرناک فریب ہے۔ سچا اتحاد اسلام کی مکمل پیروی میں ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (مسند أحمد ۱۰۹۵)

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ

میری امت کا ایک گروہ مسلسل حق پر رہتے ہوئے جنگ کرتا رہے گا۔ (صحیح مسلم ۱۹۲۳)

اس حدیث سے ایک بات کا تو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کثرتِ تعداد اجماع کا نام نہیں ہیں، بلکہ سنت محمدی کی پیروی کرنے والی جماعت ہی اجماع کہلائے گی، اگرچہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہو۔

سائنسی تحقیقات اور شریعت

آج بعض ایسی سنت جو مسترہ ہیں، چودہ سو سال سے پوری اُمتِ اسلامیہ اس پر عمل کرتے آرہی ہیں، اُسے ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ان سنتوں میں سے ایک عظیم سنت، رؤیتِ ہلال کی سنت ہے۔ یہ بات بہت شد ومد سے کی جارہی ہے کہ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، ہمیں سائنسی تحقیقات کا فائدہ اُٹھانا چاہئے اور اجتہاد کرتے ہوئے اس بات کی اجازت ہونی چاہیئے کہ ثبوت شہر کے لئے رؤیت ہلال کی ضرورت نہیں، صرف سائنسی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے مقرر کردہ حساب کو کافی سمجھنا چاہیئے۔

حسابِ فلکی پر عمل کرنا کئی وجوہ سے غلط ہے:

1۔احادیثِ متواترہ سے اعراض کرنا:

چالیس سے زائد احادیث رؤیتِ ہلال کے بارے میں ہے جو کہ حد تواتر تک پہونچی ہوئی ہیں۔امام طحاوی نے رؤیتِ ہلال کی احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

2۔حسابِ فلکی پر عمل کرنا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنا ہے۔

3۔رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مسترہ کی مخالفت کرنا لازم آتا ہے:

رؤیتِ ہلال پر رسول اللہ ﷺ کا حکم، نیز تمام خلفائے راشدین، تابعین، تبع تابعین، تمام ائمہ متبوعین، فقہاء، مجتہدین، محدثین، پوری ملتِ اسلامیہ اور تمام خلفائے اسلام اور ابھی بھی تقریباً سارا عالمِ اسلام، خصوصاً عالمِ عرب، سب ہی رؤیتِ ہلال پر عمل کرتے ہیں۔

4۔حسابِ فلکی پر عمل کرنا بدعت ہے:

علامہ ابن تیمیہ رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: حسابِ فلکی پر رؤیتِ ہلال پر اعتماد کرنا، شریعت میں گمراہی اور دین میں بدعت ہے۔

5۔حسابِ فلکی پر عمل کرنا اجماعِ امت کے خلاف ہے:

جو لوگ حسابِ فلکی پر چلتے ہیں وہ اجماعِ امت کے خلاف جارہے ہیں، چنانچہ ابن المنذر، شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ ،ابوالولید الباجی، ابنِ رشد، علامہ قرطبی اور ابنِ عابدین وغیرہم نے اجماع نقل فرمایا ہے کہ دخول و خروجِ شہر کے لئے حسابِ فلکی پر اعتماد کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔تفصیلات کے لئے دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، فتح الباري، تفسیر القرطبي، حاشیۃ ابن عابدین، بدایۃ المجتهد لابن رشد۔

6۔حسابِ فلکی پر عمل کرنا یہود و نصاری، شیعہ، روافض اور اسماعیلیوں کا طریقہ ہے:

چنانچہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں: اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کی طرح ہمارا دین حساب و کتاب کا محتاج نہیں ہے۔آگے چل کر ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اور یہ گمراہی ہے اللہ کے دین میں، اس کے دین میں تبدیلی ہے اور یہود و نصاریٰ کی گمراہی کے ساتھ مشابہ ہے۔ نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اور تقریباً ملتا جلتا قول اسماعیلی فرقہ کا ہے جو (رؤیتِ) ہلال کو چھوڑ کر حساب کو مانتے ہیں۔(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۲۵/۱۳۳)

7۔حسابِ فلکی پر عمل کرنے والے کسی بھی ائمہ متبوعین کے پیروکار نہیں ہیں۔

رؤیت ہلال (چاند) کو انسان کے بنائے گئے سرحدوں تک محدود کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اکثر لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ہوتا ہے کہ چاند کی رویت کو سرحدوں تک کیوں محدود کیا گیا؟ مقامی رویت کا تعین کیوں کیا گیا؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا ماضی کے علمانے اس پر غور کیا تھا؟ یہ سوالات بالکل بجا ہیں، لیکن اکثر لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ فقہاء سلف نے اس موضوع پر بات کی تھی اور "ملک" کو مقامی رویت کے لیے بنیاد بنایا تھا۔ فقہاء کرام کے نزدیک پورے ملک کو چاند دیکھنے کے حوالے سے ایک ہی افق (مطلع) سمجھا گیا۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن ماجشون کا قول نقل کیا ہے کہ اگر حکمران مقامی رویت ہلال کو منظور کرتا ہے، تو پورے ملک کو اس کی پیروی کرنی چاہیے، اور اس صورت میں پورے ملک کو حکمران کے زیرِ اقتدار ایک متحدہ شہر کی طرح سمجھا جائے گا۔ علامہ شوکانی نے بھی اپنی تحریروں میں اس مسئلہ کی تائید کی ہے۔

یہ اصول آج کے دور میں وسیع پیمانے پر نافذ کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر مکہ مکرمہ میں چاند کی رویت کو ریاض میں بھی تسلیم کیا جاتا ہے، حالانکہ دونوں شہروں کے درمیان تقریباً 900 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح پاکستان اور بھارت میں ایک شہر میں چاند کی رویت پورے ملک کے لیے تسلیم کی جاتی ہے۔ آسٹریلیا میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سڈنی میں چاند دیکھا جائے تو اس کا اطلاق پرتھ اور دیگر شہروں پر بھی ہوگا۔

کیوں نہ پڑوسی ممالک یا عالمی رویت کو اختیار کیا جائے؟

بعض حضرات پڑوسی ممالک یا آفاقی رؤیت ہلال کے حق میں بھی ہیں، لیکن یہاں آسٹریلیا کی جغرافیائی صورتحال بالکل مختلف ہے، لہذا یہاں پر یہ اصول اپنانا کسی قدر مشکل اور دشوار ہے۔ عالمی مغربی پٹی پر واقع ہونے کی وجہ سے آسٹریلیا میں سورج دیگر مغربی ممالک سے کئی گھنٹے پہلے غروب ہو جاتا ہے۔ مثلاً سعودی عرب میں سورج آسٹریلیا کے 8 گھنٹے بعد غروب ہوتا ہے، جبکہ امریکہ میں 18 گھنٹے بعد سورج غروب ہوتا ہے۔

فرض کریں کہ آسٹریلیا آفاقی رؤیت ہلال پر عمل کریں تو اس صورت میں ہوگا کیا؟ اس پر عمل کرنے کی صورت حال کچھ یوں ہوگی کہ مثلاً 29 شعبان کو چاند نظر نہیں آتا اور اعلان ہوتا ہے کہ کل 30 شعبان ہے۔ اور ادھر اگلے دن دوپہر کو لاس اینجلس سے خبر پہنچتی ہے کہ رمضان کا چاند نظر آگیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بقیہ نصف یوم کو لوگ روزہ رکھیں گے اور نصف یوم کی قضاء کریں گے اور ظاہر بات ہے ایسا کرنا عملی طور پر ناممکن ہے۔

عید کے حوالے سے بھی یہی مسئلہ درپیش ہوگا۔ آسٹریلیا والے رمضان کے 30 ویں دن روزہ رکھ رہے ہوں گے، جب کہ مغربی ممالک سے چاند کی رویت کی رپورٹس یہ بتا رہی ہوں گی کہ شوال شروع ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں فوراً روزہ کھولنا پڑے گا اور عید کی نماز کے لیے جلدی کرنی ہوگی۔ ایسا نظام آسٹریلیا میں عملی طور پر نہ صرف پیچیدہ بلکہ بے ترتیب اور ناممکن ہوگا۔

بعض حضرات کی تجویز یہ بھی ہے کہ آسٹریلیا اور اس کے ہمسایہ ممالک جیسے انڈونیشیا، نیوزی لینڈ اور فجی کو شامل کیا جائے، لیکن اس سے دو اہم مسائل سامنے آئیں گے۔ اولاً، "ہمسایہ ممالک" کی تعریف غیر واضح ہے۔ کیا اس میں ملائشیا، تھائی لینڈ یا چین بھی شامل ہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ جب علاقے کا دائرہ بڑھتا ہے تو چاند کی رویت ہلال کی خبر کی تصدیق کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ ماضی کے تجربات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بعض ہمسایہ ممالک سے ملنے والی خبریں غیر معتبر ہوتی ہیں اور ان کی تصدیق کرنا مشکل ہوتا ہے، جس سے مزید پیچیدگیاں بڑھ جاتی ہیں۔

مقامی رؤیت کے حوالے سے ایک اور مسئلہ خاص طور پر ملائشیا کو فالو کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ ملائشیا نے چاند کی رؤیت اور نئے مہینے کے آغاز کے لیے پہلے سے ایک طے شدہ معیار اپنایا ہوا ہے۔ یہ نظام برونئی، انڈونیشیا اور سنگاپور نے بھی اپنایا ہوا ہے، جس کے تحت جب مخصوص شرائط (چاند کی اونچائی 3 درجے اور ایلونگیشن 6.4 درجے) پوری ہو جاتی ہیں، تو نئے مہینے کا اعلان کر دیا جاتا ہے، چاہے چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے نظر نہ آیا ہو۔

ان وجوہات کی بنا پر آسٹریلیا کے اندر مقامی طور پر ہی چاند کی رؤیت کو محدود کرنا زیادہ قابلِ فہم اور قابلِ عمل ہے، جیسا کہ سعودی عرب، مصر اور مراکش جیسے بڑے مسلم ممالک نے بھی اپنایا ہوا ہے۔ تاریخی طور پر یہ طریقہ مقامی امام یا حکام کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے جو سیاسی سرحدوں کے اندر نافذ ہوتا ہے۔ جہاں امام موجود نہ ہوں، وہاں علماء اس فیصلے کو سرانجام دیتے ہیں۔

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن باز نے بہت ٹھوس اور واضح اعلان کیا ہے کہ دنیا کے تمام افق کبھی بھی متحد نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے یہ بھی تصدیق کی کہ مکہ مکرمہ کو عالمی رؤیت ہلال کا معیار بنانے کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے۔ دار الافتاء میں ہونے والی بحثوں کے بعد زیادہ تر علماء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مقامی سطح پر چاند کی رؤیت کو اپنا معیار بنانا چاہیے۔

علامہ محی الدین نووی نے اس رائے کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ چاند کی رؤیت صرف اسی مخصوص علاقے تک معتبر ہے جہاں نماز قصر نہیں کی جاتی۔ اسی طرح، علامہ ابن رشد نے فقہاء کے اجماع کا ذکر کیا کہ ایک شہر میں چاند کی رؤیت کا اثر دور دراز کے علاقوں جیسے حجاز اور اندلس تک نہیں پہنچتا۔

حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے ایک مشہور واقعہ منقول ہے جو اس مسئلہ کی مزید تائید کر رہا ہے۔ انہوں نے شام میں جمعہ کی رات رمضان کا چاند دیکھا۔ لیکن جب وہ مدینہ واپس پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے ہفتہ کو چاند دیکھا ہے اور شام کی رؤیت کو بنیاد بنا کر روزہ نہیں چھوڑیں گے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مقامی چاند کی رؤیت پر عمل کرنے کی ہدایت دی تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں چاند کی رؤیت مختلف علاقوں میں قدرتی طور پر مختلف ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ لوگوں سے روزہ رکھنے یا تاریخوں کو یکساں کرنے کا کہا گیا ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ افق میں فرق کو بغیر کسی تنازعے کے قبول کیا گیا۔ یہی وہ نقطہ نظر ہے جس سے مقامی چاند کی رؤیت ثابت ہو رہی ہے۔ اور یہی بات زیادہ قابلِ عمل اور قریب از سنت ہے۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ جب لوگ مہینے کے تیسویں دن بڑا ہلال دیکھتے ہیں تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ نئے مہینے کا دوسرا دن ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے ہوتی ہے کیونکہ لوگوں کو چاند دیکھنے کے صحیح طریقے اور ہلال دکھائی دینے کے لیے ضروری شرائط کا علم نہیں ہوتا۔ شرعی احکام کی رو سے ہر مہینے کی 29 تاریخ کو ہلال دیکھنے کا اہتمام ہونا چاہیئے۔ اگر ہلال نظر نہ آئے تو مہینہ تیس دن کا مکمل کیا جائے۔ چاند کا حجم یعنی سائز، موٹائی اور دکھائی دینے کا دارومدار چاند کی عمر اور چاند کے غروب اور سورج کے غروب کے وقت کے فرق سے ہوتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ چاند کی موٹائی ہمیشہ دوسرے دن کے چاند ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔

علم فلکیات کی رو سے نیا چاند وہ خاص وقت اور مرحلہ ہوتا ہے جب پچھلا چاند مکمل طور پر غائب ہو جائے اور کوئی چاند نظر نہیں آئے۔ تقریباً سترہ سے تئیس گھنٹے بعد ہلال نظر آنا شروع ہوتا ہے، جس سے نئے مہینے کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر نیا چاند سورج غروب ہونے سے پندرہ گھنٹے پہلے پیدا ہو، تو وہ عموماً اگلے دن تک نظر نہیں آتا۔ اس وقت تک وہ ممکنہ طور پر انتالیس گھنٹے یا اس سے زیادہ پرانا ہو سکتا ہے، اور اس کی موٹائی بھی اچھی خاصی ہو سکتی ہے لیکن یہ پھر بھی پہلے دن ہی کا چاند ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بختری نے روایت کی کہ عمرہ کے دوران کچھ صحابہ کے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی کہ ہلال دو دن کا ہے یا تین دن کا۔ جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے نبی ﷺ کے الفاظ نقل کیے: "اللہ نے اسے اس وقت تک مؤخر کر دیا جب تک کہ تم اسے نہ دیکھ لو، تو اسے اسی رات سے شمار کیا جائے گا جب تم نے اسے دیکھا۔ (صحیح مسلم 1088)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہینے کے آغاز کا تعلق ہلال کے دیکھنے سے ہے۔ اس کا تعلق چاند کے سائز اور عمر سے ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ جو ہم اپنی طرف سے قیاس آرائیاں کرتے ہیں اس سے احتراز لازمی ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کی شان یہی ہے کہ نبی ﷺ کی ہدایت کے مطابق مہینے کا آغاز صرف ہلال دیکھ کر کریں۔

آخر میں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، خلفاء راشدین، تمام خلفاے اسلام اور چاروں اماموں کے دور میں یہ تنازعہ کبھی تھا ہی نہیں کہ رمضان کا آغاز اور اختتام چاند دیکھ کر ہونا چاہیے یا فلکیاتی حسابات سے ہونا چاہئے۔ سب کا اس بات پر اتفاق تھا کہ رمضان کا آغاز اور اختتام صرف چاند دیکھ کر ہی طے ہونا چاہیے، جیسا کہ کئی صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ فلکیاتی حسابات پر رمضان کے آغاز اور اختتام کا انحصار ایک نئی بات ہے جو پچھلے زمانے میں نہیں تھی۔

ہم سب پر نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا نہایت ضروری ہے خاص طور پر اس دور میں جب بہت سے لوگ آپ ﷺ کی سنت کو ترک کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے، کیونکہ یہی ہماری راہنمائی کا واحد ذریعہ ہے اور اسی میں ہمارے ایمان کی بقاء ہے۔

از: ڈاکٹر شبیر احمد